تلاوتِ قرآن اور اسوۂ صحابہؓ

ڈاکٹرمحمد رضی الاسلام ندوی

انسانی تاریخ کے عجائب میں سے ہے کہ ایک ایسی قوم، جو تہذیب وتمدن سے یکسر نا آشنا، جنگ وجدال اور لوٹ مار کی خوگر اور حلال وحرام کی تمیز سے بے گانہ تھی، وہ ایک دم تہذیب وشرافت اور امن وامان کی علَم بردار کیسے بن گئی؟ جو جہالت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی، وہ اچانک علم کی شمعیں کیوں کر جلانے لگی؟ جس کے افراد ایک دوسرے کے اس قدر خون کے پیاسے رہتے تھے کہ صدیوں کی معرکہ آرائیوں سے ان کی دشمنی کی شدت میں کمی نہ آتی تھی، وہ چشم زدن میں کیسے باہم شیر وشکر اور بھائی بھائی بن گئے، حتیٰ کہ ایک دوسرے پر اپنی جان، مال، جائیداد، گھر بار اور دوسری قیمتی اور محبوب چیزیں نچھاور کرنے لگے؟ جن کی نجی زندگیاں بے حیائی، آوارگی، عریانیت اور فحاشی میں غرق رہتی تھیں، وہ کیسے عفت و پاکیزگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے لگے؟

تجزیہ کرنے والے جو بھی تجزیہ کریں اور اسباب وعلل تلاش کرنے والے جو بھی توجیہات کریں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے اندر یہ بنیادی تبدیلی قرآن کریم کی بدولت واقع ہوئی تھی۔ قرآن ہی تھا جس نے یکسر ان کی کایا پلٹ دی تھی، ان کو ذلّت ونکبت کی کھائی سے عزّت وعظمت کے بامِ عروج پر پہنچادیا تھا۔ انھیں جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی میں لے آیا تھا اور وحشت وسفاکیت کے خوگر ان کے مزاج کو بدل کر انھیں تہذیب وشائستگی کا امام بنادیا تھا۔ لیکن جوں جوں قرآن کریم سے ان کا تعلق کم زور ہوتا گیا، دوسری قومیں ان پر شیر ہوگئیں اور ذلّت وبے توقیری ان کا مقدر بن گئی۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے مرض کی صحیح تشخیص کی ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر　　　اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

صحابۂ کرامؓ کی زندگیاں قرآن کریم سے اثر پزیری اور اس کے ساتھ میدانِ عمل میں

اترنے کا اولین نمونہ ہیں۔ اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ان کا قرآن سے کیسا تعلق تھا؟ قرآنی آیات نازل ہوتی تھیں اور وہ انھیں سنتے تھے تو ان پر کیا اثر ہوتا تھا؟ ان کی تلاوت کرنے اور انھیں یاد کرنے کا، ان کا کیا معمول تھا؟ اس کے احکام و تعلیمات سے انھوں نے کس طرح اپنی زندگیوں کو آراستہ کیا تھا؟ اس کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے انھوں نے کتنی جدوجہد کی تھی؟ اور اس کا حکم نافذ کرنے اور اس کا اقتدار قائم کرنے کے لیے انھوں نے کیا قربانیاں دی تھیں؟

اس مضمون میں صحابۂ کرامؓ کے تلاوتِ قرآن کے معمولات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ قرآن کریم سے ان کے تعلق کے دیگر پہلوؤں پر ان شاءاللہ آیندہ اظہار خیال کیا جائے گا۔

قرآن کریم سے تعلق کا اوّلین اظہار اس کی تلاوت سے ہوتا ہے۔ صحابۂ کرامؓ اس کے غایت درجہ مشتاق رہتے تھے۔ وہ اپنے شب و روز کے زیادہ تر اوقات اس کی تلاوت میں گزارتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے قرآن مجید کو مختلف ٹکڑوں (احزاب) میں تقسیم کر رکھا تھا۔

اوس نامی ایک تابعی بیان کرتے ہیں کہ: میں نے متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے قرآن کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اس اعتبار سے ایک ٹکڑے میں کتنی سورتیں ہوتی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور اخیر کی تمام چھوٹی سورتیں ایک ٹکڑے میں شامل تھیں۔ (سنن ابی داؤد، ابواب شہر رمضان، باب تحزیب القرآن، ۱۳۹۳)

صحابۂ کرامؓ کے غایت شوق کا یہ عالم تھا کہ وہ کم سے کم وقت میں پورا قرآن مجید پڑھ لینا چاہتے تھے۔ اس معاملے میں غلو سے روکنے اور اعتدال کی روش پر قائم رکھنے کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض پابندیاں عائد کردی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ایک موقعے پر دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں قرآن کو کتنے دنوں میں ختم کروں؟ فرمایا: ایک مہینے میں۔ انھوں نے عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا: بیس دن میں ختم کرلو۔ انھوں نے اسی طرح اور بھی کم دنوں میں ختم کرلینے پر اپنی قدرت ظاہر کی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رعایت سے پندرہ دن، پھر دس دن، پھر سات دن میں ختم کرنے کی اجازت دی، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: اِقْرَأْ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِيْدَنَّ عَلٰى ذٰلِكَ (سنن ابی داؤد، کتاب شہر رمضان، باب فی کم یقرأ القرآن، ۱۳۸۸، صحیح بخاری: ۵۰۵۴، ۲۵۰۵، صحیح مسلم: ۱۱۵۹)

سات دن میں پورا قرآن پڑھ لو، اس سے کم میں ہرگز ختم نہ کرو۔

بعض روایتوں میں ہے کہ ان کے اصرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تین دنوں میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن جب انھوں نے عرض کیا کہ وہ اس سے بھی کم وقت میں پورا قرآن پڑھ سکتے ہیں تو آپؐ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا:

لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ ، جو شخص تین دنوں سے کم وقت میں قرآن ختم کرے گا، وہ ٹھیک طریقے سے اسے سمجھ نہیں سکتا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، حوالہ بالا)

امام نوویؒ نے متعدد صحابہ، تابعین اور بعد کے دور کے بزرگوں کے نام تحریر کیے ہیں، جو ایک دن میں قرآن ختم کر لیتے تھے، بلکہ ان میں سے بعض ایک دن میں دو قرآن ختم کر لیتے تھے۔ ملاحظہ کیجیے: نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف، التبیان فی آداب حملۃ القرآن، تحقیق و ترویج: عبدالقادر الارنووط، دمشق، ص:۴۶-۴۹ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ایسا کرنا غیر مسنون معلوم ہوتا ہے۔

تلاوتِ قرآن کا ایک ادب یہ ہے کہ اس کو بہت جلدی جلدی نہ پڑھا جائے کہ محسوس ہو کہ سر کا بوجھ اُتارا جا رہا ہے، بلکہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھا جائے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت قرآن میں ایک ایک حرف صاف سنائی دیتا تھا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل فی القرأۃ، کتاب قیام اللیل، باب ذکر صلاۃ رسولؐ باللیل، ۱۲۲۹، مسند احمد، ۴/ ۲۹۴، ۳۰۰)

یہی معاملہ صحابہ کرامؓ کا بھی تھا۔ ایک موقعے پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

میں ترتیل کے ساتھ صرف ایک سورہ پڑھوں، یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے کہ بغیر ترتیل کے پورا قرآن پڑھ لوں۔ (نوویؒ، التبیان، ص۷۰)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے ایک شخص نے کہا: میں مفصل سورتیں سورۂ حجرات جو ۲۶ویں پارے میں ہے، سے سورۂ ناس تک ایک رکعت میں پڑھ لیتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا: هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم قرآن کو اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھ لیتے ہو۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب الترتیل فی القرأۃ، ۵۰۴۳، مسلم: ۸۲۲)

اس موقعے پر انھوں نے مزید فرمایا: 'کچھ لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ حالاں کہ قرآن مجید جب دل میں اتر جائے اور اس میں جاگزیں ہوجائے تب نفع دیتا ہے۔(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب ترتیل القرأۃ واجتناب الھذ: ۲۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ، قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ۱۴۶۸، سنن نسائی، ۱۰۱۵، سنن ابن ماجہ، ۱۳۴۲)

دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا، جس شخص نے قرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھا، وہ ہم میں سے نہیں۔(سنن ابی داؤد: ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۱۳۳۷، مسند احمد، ۱/۱۷۲)

اسی بنا پر صحابۂ کرامؓ بہت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جس سے سننے والوں پر محویت طاری ہوجاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے گھر کے باہر نماز کے لیے ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی، جہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان کی آواز سن کر مشرکین مکہ کی عورتیں اور بچّے اکٹھے ہوجاتے تھے اور بڑے غور و انہماک سے قرآن مجید سنتے تھے۔ یہ دیکھ کر مشرکین اس اندیشے میں مبتلا ہوگئے کہ کہیں قرآن ان پر اپنا اثر نہ دکھانے لگے اور وہ ایمان نہ لے آئیں۔ چنانچہ انھوں نے مکہ کے بااثر سردار ابن الدغنہ جس نے حضرت ابوبکرؓ کو 'جوار' دے رکھی تھی سے شکایت کی۔ اس نے انھیں اس سے روکنا چاہا تو انھوں نے اس کی جوار واپس کردی۔(ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دارالمعرفۃ بیروت، ۱/ ۳۴۴-۳۴۵)

خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شہرت حاصل تھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص بہت خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ دریافت فرمایا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے ان کا نام عبداللہ بن قیسؓ بتایا۔ آپؐ نے فرمایا:

أُعْطِیَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِیْرِ آلِ دَاوٗد، انھیں نغمہ داؤدی عطا کیا گیا ہے۔(سنن ابن

ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۱۳۴۱)

مشہور صحابیِ رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہی کا اصل نام عبداللہ بن قیسؓ تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان سے ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَورأيْتَنِي وَأنَا أسْتَمِعُ لِقِرَأتِكَ البَارِحَةَ، لَقَدْأُوتِيْتَ مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ داؤدَ، میں نے گذشتہ رات تمھاری قرأت سنی۔ بہت متاثر ہوا۔ تمھیں نغمہ داؤدی عطا کیا گیا ہے۔(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقرأۃ للقرآن، ۵۰۴۸، صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ۷۹۳)

ابوعثمان نہدی بیان کرتے ہیں کہ: میں نے چنگ و بربط کی آواز کو بھی ابوموسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی قرأت سے بہتر نہیں پایا۔(ابن حجرعسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، دارالمعرفۃ بیروت، ۲۰۰۴ء ۲ / ۱۱۱۲، تذکرہ حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعریؓ)

یہ صرف حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہی کی خصوصیت نہ تھی، بلکہ ان کے پورے قبیلے کا امتیازی وصف تھا۔ ایک غزوہ کے لیے سفر کے دوران صحابۂ کرام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اگرچہ میں نے دن میں نہیں دیکھا تھا کہ اشعریوں نے کس جگہ اپنے خیمے لگائے ہیں، لیکن رات میں ان کی قرآن خوانی سن کر مجھے ان کی جائے قیام کا پتا چل گیا تھا۔(صحیح بخاری، ۴۲۳۲، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل الاشعریین، ۲۴۹۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان سے قرآن سننے کی فرمایش کیا کرتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو حضرت عمرؓ ان سے فرماتے تھے: ہمیں اللہ کا شوق دلاؤ، وہ فوراً قرأت شروع کر دیتے۔(ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج ۴، ص ۲۱۳)

ان کی قرأت کو اُمہات المومنینؓ بھی نہایت شوق سے سنتی تھیں۔(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۴ء، تذکرہ ابی موسیٰ الاشعری، ۲ / ۱۱)

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہیں گئی ہوئی تھیں۔ انھیں گھر واپس آنے میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کیا: آپ کے اصحاب میں سے ایک صاحب قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ میں نے ایسی قرأت کبھی نہیں سنی۔ آپؐ ان کے ساتھ ہولیے۔ دیکھا تو وہ حضرت سالم مولیٰ ابن ابی حذیفہؓ تھے۔ اس موقعے پر آپؐ نے فرمایا: اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَکَ، اللہ کا شکر ہے کہ میری امت میں تم جیسے لوگ موجود ہیں۔(ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۱/ ۶۸)

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سائبؓ کی قرأت قرآن کریم سن کر ان کی تعریف کی اور فرمایا: 'تم قرآن بہت خوش الحانی سے پڑھتے ہو۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب حسن الصوت بالقرآن، ۱۳۳۷)

قرآن کریم نے سابقہ قوموں کے بعض اصحاب علم کا تذکرہ تحسین وتوصیف کے انداز میں کرتے ہوئے ان کا ایک وصف یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان پر گریہ وخشیت طاری ہوجاتی ہے:

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۝۱۰۹ (بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۹) اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گرجاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔

احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی وصف مذکور ہے۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب سورۂ مائدہ کی اس آیت پر پہنچے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۱۱۸ (المائدہ ۵:۱۱۸) اب اگر آپ انھیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کردیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔

تو بار بار اسی آیت کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔(سنن نسائی: ۱۰۱۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۰)

یہی حال تمام صحابۂ کرامؓ کا بھی تھا۔ وہ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے تو خود ان پر بھی بے خودی طاری ہوجاتی تھی۔ وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہوجاتے تھے۔ قرآن کریم

کی کسی آیت سے ان پر خاصا اثر ہوتا تو اسی کو بار بار دہراتے تھے۔اس کا مضمون عذاب سے متعلق ہوتا تو اس سے اللہ کی پناہ کے طالب ہوتے تھے اور شدّت گریہ سے ان کی حالت غیر ہوجاتی تھی۔

حضرت ابوبکرصدیقؓ سے کچھ لوگ یمن سے ملنے آئے۔ ان کے سامنے انھوں نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور رونے لگے۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ایسا ہی حال ہمارا بھی ہوتا تھا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک مرتبہ فجر کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھی تو زار و قطار رونے لگے۔ دوسری روایت میں اسے عشاء کی نماز بتایا گیا ہے۔ ممکن ہے، یہ الگ الگ مواقع کا بیان ہو۔ روایت میں ہے کہ وہ اتنے زور زور سے رونے لگے تھے کہ پیچھے مقتدی ان کے رونے کی آواز سنتے تھے۔

حضرت عباد بن حمزہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں۔ جب سورۂ طور کی اس آیت پر پہنچیں:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝۲۷ (الطور ۵۲:۲۷) آخرکار اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔

تو اس پر ٹھیر ٹھیر کر بار بار اسی کو دہرانے لگیں اور اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم سے بچانے کی دعا کرنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف متوجہ نہیں ہیں تو میں وہاں سے نکل کر بازار چلا گیا۔ وہاں اپنی ضرورت پوری کی اور کچھ دیر کے بعد دوبارہ ان کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اسی آیت پر ٹھیری ہوئی ہیں اور بار بار اسی کو پڑھ رہی ہیں اور اللہ سے دُعا کر رہی ہیں۔

حضرت تمیم داریؓ ایک رات سورۂ جاثیہ پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ (الجاثیہ۴۵:۲۱) کیا وہ لوگ جنھوں نے بُرائیوں کا ارتکاب کیا ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم انھیں اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کر دیں گے۔

تو مسلسل اسی کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

حضرت ابورجاءؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے نشانات پڑ گئے تھے۔(نوویؒ، التبیان، ص:۸۷)

صحابۂ کرام اپنے زیادہ سے زیادہ اوقات تلاوتِ قرآن کریم میں گزارتے تھے۔ وہ دن میں بھی اس کی تلاوت کرتے تھے اور رات میں بھی۔ وہ گھر میں بھی تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتے تھے اور مسجد میں بھی (بخاری: ۵۰۱۱، ۵۰۱۸، ۵۰۳۷، ۵۰۳۸)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے برآمد ہوئے تو مختلف صحابہؓ کو اپنے اپنے انداز سے تلاوتِ قرآن مجید کرتے ہوئے پایا۔ آپؐ نے فرمایا:

اِقْرَءُوا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ (سنن ابی دائود، کتاب الصلاۃ، باب مایجزئ الأمی والأعجمی من القرأۃ، ۸۳۰) 'پڑھے جاؤ، سب کا طرز اچھا ہے۔ کچھ لوگ آئیں گے جو قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کریں گے، لیکن ان کا مقصد دنیا ہوگی آخرت نہ ہوگی۔

ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہ کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاحِدٌ وَفِيكُمُ الْأَحْمَرُ وَفِيكُمُ الْأَبْيَضُ وَفِيكُمُ الْأَسْوَدُ، اللہ کا شکر ہے۔ اس کی کتاب ایک ہے، لیکن تم میں سرخ، سفید اور سیاہ قسم کے لوگ ہیں۔ (سنن ابی داؤد، حوالہ بالا، ۸۳۱)

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے مسجد میں لوگوں کی قرآن پڑھنے کی گونج سنی تو فرمایا: یہ لوگ قابل مبارک باد ہیں۔ ایسے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے۔ (نوویؒ، التبیان، ص: ۸۶)

سخت مصیبت اور پریشانی کے عالم میں بھی صحابۂ کرامؓ کے اس شوق میں کوئی کمی نہ آتی تھی اور قرآن ان کے لیے تسکین اور طمانیت کا باعث بنتا تھا۔ روایت میں ہے کہ جس وقت بلوائیوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ کے گھر پر حملہ کیا، وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی حالت میں ان کی شہادت ہوئی تھی۔ (ابن عبدالبر، الاستیصاب فی معرفۃ الاصحاب، تذکرہ عثمان بن عفان، ۳/۸۷)

تلاوتِ قرآن مجید کا ایک ادب یہ ہے کہ مصحف کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔ ترتیب کی رعایت کے بغیر اِدھر اُدھر سے پڑھ لینا یا الٹی ترتیب سے پڑھنا مناسب نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا: فلاں شخص قرآن مجید کو الٹی ترتیب سے پڑھتا ہے۔ انھوں نے ناراضی

ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ذٰلِكَ مَنۡكُوۡسُ الۡقَلۡبِ ''وہ دل کا اندھا ہے''۔(النوویؒ، التبیان،ص۹۹)

قرآن کی تلاوت کرتے وقت پوری سنجیدگی، انہماک، توجہ اور وقار کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ دورانِ تلاوت اِدھر اُدھر دیکھنا، کوئی دوسرا کام کرنے لگنا، کسی سے بات چیت شروع کر دینا موزوں نہیں ہے۔ اس سے غیر دل چسپی اور غیر سنجیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید کے تعلق سے مناسب رویّہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت شروع کرتے تھے تو جب تک اس سے فارغ نہ ہو جاتے، کسی سے بات نہ کرتے تھے۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر،۴۵۲۶)

قرآن کی تلاوت خود کرنے کے ساتھ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی دوسرے سے اسے سنا جائے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات میں سے تھا۔ بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے خواہش کی کہ مجھے قرآن مجید سناؤ۔ انھوں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا: آپ کو قرآن سناؤں، جب کہ وہ تو آپؐ ہی پر اُترا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، میں اسے دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: میں نے سورۂ نساء ابتدا سے پڑھنی شروع کی، یہاں تک کہ جب میں آیت ۴۱ پر پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: رک جاؤ۔ وہ آیت یہ ہے:

> فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا ۞
> (النساء ۴:۴۱) پھر سوچو کہ اُس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمھیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔(بخاری: ۴۵۸۲،مسلم: ۸۰۰،ابوداؤد: ۳۶۶۸،ترمذی: ۳۰۲۴، ۳۰۲۵)

اُوپر گزرا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایش کرکے قرآن سنا کرتے تھے۔ آج کے دور میں قرأت قرآن کی ریکارڈنگ سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے۔ دنیا کے مشہور قراء کی ریکارڈنگ موجود ہے۔ اسے ٹیپ ریکارڈ، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل اور دوسرے آلات کی مدد سے سنا جاسکتا ہے۔